ترکی میں اسلام اور لادینیت کی کشمکش(۱۷)

سنسر ایاٹا*

مارچ ۱۹۹۶ء میں ہونے والے بلدیاتی انتخابات میں رفاہ پارٹی نے نمایاں کامیابی حاصل کی اور ترکی کے ۷۵ صوبائی مراکز میں سے ۲۸ کی میئر شپ اس کے حصے میں آئی۔ اس کے ووٹوں کا تناسب ۱۹ فی صد ہو گیا جو ۱۹۹۱ء کے ۹.۹ فی صد کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔ ایک مذہبی پارٹی کی اس حیرت انگیز کامیابی نے مغربی حلقوں اور خود ترکی میں بہت سارے لوگوں کو چونکا کر رکھ دیا ہے۔ زیر مطالعہ مضمون میں ان محرکات کا جائزہ لیا گیا ہے جو رفاہ پارٹی کی مقبولیت کا باعث بنے۔ لیکن اس سے قبل ترکی میں سیکولرازم کی تاریخ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنا ضروری ہے۔

۱۹۲۰ء کے عشرے میں ترکی نے بڑی انقلابی تبدیلیوں کے مہ وسال دیکھے۔ خلافت ختم کردی گئی اور ترکی کو جمہوریہ قرار دے دیا گیا۔ مصطفےٰ کمال اتا ترک اور ان کے ساتھی ترکی کو ایک جدید' روشن خیال اور ترقی پسند ملک بنانے کے خواہش مند تھے۔ ایسا ملک جو یورپی ممالک کے ساتھ ہر میدان میں برابری کر سکے۔ اسلام کے حوالے سے ان کے ملے جلے تاثرات تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ ترک معاشرے میں اسلام کی جڑیں بہت گہری ہیں اور قومی اتحاد و استحکام کے لئے مذہب کا وجود بہت ضروری ہے۔ دوسری طرف انہیں مذہب میں دقیانوسیت' فرسودہ پن اور توہم پرستی بھی نظر آتی تھی جو ان کے خیال کے مطابق ترقی کے راستے میں بہت بڑی رکاوٹ تھی۔ مذہب کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کے لئے بڑے پیمانے پر تبدیلیوں کا آغاز کر دیا گیا۔ چنانچہ خلافت کے خاتمے کے ساتھ ساتھ دینی مدارس' شرعی عدالتوں' خانقاہوں اور دیگر مذہبی اداروں پر بھی پابندی عائد کردی گئی۔ تعلیمی نظام کو سیکولر بنیادوں پر استوار کردیا گیا اور مذہبی معاملات کی نگرانی کے لئے ایک ادارہ ڈائریکٹوریٹ آف ریلیجس افیئرز (ڈی آر اے) کے نام سے قائم کر دیا گیا۔ عربی کی جگہ لاطینی رسم الخط اپنالیا گیا اور روایتی مذہبی لباس پر بھی پابندی لگادی گئی۔ ان ساری تبدیلیوں کا مقصد ترک معاشرے سے مذہب کے روایتی اثرات کو ختم کرنا تھا۔ انتظامیہ' عدلیہ اور مقننہ کو سیکولرازم کے زیر سایہ لا کر ریاستی امور سے مذہب کا تعلق بالکل ختم کر دیا گیا اور یوں مذہب کو فرد کا ذاتی معاملہ بنادیا گیا۔

---

*Sencer Ayata, Middle East Journal Winter 1996.

(تلخیص ڈاکٹر افتخار برنی)

ریپبلکن پیپلز پارٹی کا یک جماعتی دور حکومت ۱۹۵۰ء تک جاری رہا۔ اس دوران اپنے مقصد کے حصول اور مرکز کو مضبوط بنانے کے لئے حکومت نے فوج' ریاستی مشینری اور جدید تعلیمی تیکنیک کا بھرپور استعمال کیا۔ اس پورے عمل کے دوران حکومت کو مختلف طبقات کی طرف سے مزاحمت کا بھی سامنا کرنا پڑا اور اس کے نتیجے میں دیہی آبادی پر بطور خاص منفی اثرات مرتب ہوئے۔ یہ اثرات دوسری جنگ عظیم کے زمانے میں زیادہ نمایاں ہوئے' جب حکومت کو اضافی ٹیکس لگانا پڑے اور بنیادی اشیائے صرف کی قلت ہوگئی۔ حکومتی سرگرمیوں کے زیر اثر نئی اقدار اور فکر پر مشتمل ایک مغرب زدہ شہری طبقے نے جنم لیا جس کی عوام الناس سے دوریاں بڑھتی چلی گئیں۔ موجودہ ترکی میں مذہب کے حوالے سے عوام میں پائے جانے والے رجحانات کو سمجھنے کے لئے چند مخصوص عوامل کا تجزیہ ضروری ہے۔ مثلاً" ا۔ دائیں بازو کی پارٹیاں اور مذہب ۲۔ حکومت کے زیر اہتمام مذہبی سرگرمیاں ۳۔ تصوف پر مبنی سلسلوں کے اثرات اور ۴۔ رفاہ پارٹی کی بڑھتی ہوئی مقبولیت۔

دائیں بازو کی پارٹیاں اور مذہب

ترکی میں زیادہ تر دائیں بازو کی پارٹیوں کی حکومت رہی ہے۔ ۱۹۵۰ء میں یک جماعتی حکومت کا خاتمہ ہوگیا اور ایک نئی جماعت ڈیموکریٹک پارٹی ابھر کر سامنے آئی۔ بعد میں جنم لینے والی دائیں بازو کی تمام پارٹیوں مثلاً" جسٹس پارٹی' ٹروپاتھ پارٹی اور مدرلینڈ پارٹی کے فکری سوتے ڈیموکریٹک پارٹی سے پھوٹے ہیں۔ ڈیموکریٹک پارٹی نے فرد کی آزادی کی بات کی اور ملک میں قائم جابرانہ طرز حکومت کی مذمت کی۔ اس پارٹی نے زیادہ مذہبی آزادی دینے کامطالبہ کیا اور دیہی عوام کے مفاد کے لئے آواز بلند کی۔ ڈیموکریٹک پارٹی نے لادینیت کے بنیادی اصولوں سے انحراف کرنا پسند نہیں کیا البتہ مذہب کو ایک سیاسی و سماجی قوت کے طور پر کمیونزم کے خلاف استعمال کیا۔

۱۹۵۰ء کے بعد سے مذہب پر سخت حکومتی تسلط کم ہونے لگا اور مذہبی سرگرمیوں کا آغاز ہو گیا۔ دائیں بازو کی پارٹیوں نے لادینیت کی نئی تعبیر پیش کی اور مذہبی حلقوں سے رابطے استوار کرنا شروع کردیے۔ ڈیموکریٹک پارٹی کے بعد جسٹس پارٹی (۱۹۶۱ء تا ۱۹۸۱ء)میں یہ رجحان اور زیادہ نمایاں ہو گیا اور مختلف اسلامی گروپوں اور رہنماؤں سے براہ راست اور دیرپا تعلقات قائم کئے گئے۔ ترگت اوزال کی قائم کردہ مدر لینڈ پارٹی میں تو مذہبی عناصر کا نمایاں اور مضبوط دھڑا

قائم ہو گیا اور ایک طرح سے مذہبی ووٹوں پر اس پارٹی کی اجارہ داری ہوگئی۔ ترگت اوزال کاتصوف کے نقشبندی سلسلے سے قریبی تعلق تھا اور اس سلسلے سے وابستہ افراد کو وزارتوں اور پارلیمنٹ میں موثر نمائندگی دی گئی۔ نقشبندیوں نے بیرون ملک اور بطور خاص مشرق وسطی میں ترکی کے تجارتی تعلقات بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔ مذہبی حلقوں کے حکومتی اثرات کی وجہ سے ان سے وابستہ افراد ملک بھر میں پھیلنا شروع ہوگئے اور دینی تعلیم کا سلسلہ بھی فروغ پانے لگا۔

۱۹۸۰ء کی دہائی کے اختتام تک مذہبی اثرات اتنے نمایاں ہوگئے کہ حزب اختلاف کی پارٹیوں' فوج' تجارتی طبقات اور خود مدر لینڈ پارٹی کے آزاد خیال حلقوں میں تشویش پیدا ہونے لگی۔ اسی دوران عالمی پیمانے پر بڑی سیاسی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئیں۔ سوویت یونین کے بکھرنے کے ساتھ ہی سرد جنگ کا خاتمہ ہو گیا اور نئی وسط ایشائی ریاستیں دنیا کے سیاسی نقشے پر نمودار ہوئیں۔ یورپی برادری میں شمولیت کے لئے ترکی کی کوششوں کو مہمیز ملی اور نئی وسط ایشیائی ریاستوں سے فوائد سمیٹنے کے لئے بھی ترکی نے سرگرمیاں شروع کردیں۔ اس موقع پر ترکی کے لئے "واحد مسلم سیکولر ملک" کا تاثر برقرار رکھنا اور نو آزاد ریاستوں کے لئے "قابل قبول ملک" بننا بہت ضروری ہوگیا۔ ان سارے عوامل کا یہ نتیجہ نکلا کہ حکومتی حلقوں کے لئے اسلام کی اہمیت کم ہونے لگی۔ حکمران جماعت مدرلینڈ پارٹی میں اندرونی جوڑ توڑ اور اختلافات اپنے عروج پر پہنچ گئے اور آزاد خیال مسعود یلماز پارٹی کے چیئرمین اور بعدازاں ترکی کے وزیراعظم قرار پائے۔ مسعود یلماز نے بڑے پیمانے پر حکومت اور انتظامیہ میں موجود مذہبی عناصر کے خلاف کارروائیاں شروع کردیں۔

دوسری طرف ملک کے بااثر اور مغرب زدہ طبقات کی ہمدردیاں دھیرے دھیرے مدرلینڈ پارٹی سے تانسو چیلر کی ٹروپاتھ پارٹی کی طرف منتقل ہونا شروع ہوگئیں۔ ان طبقات کو تانسو چیلر کی شکل میں ایک جدید تعلیم یافتہ اور آزاد خیال خاتون نظر آئی جو پارٹی کا قدامت پسندی کا تاثر تبدیل کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ ان طبقوں کی حمایت اور کوششوں سے تانسو چیلر نے پہلے ۱۹۹۳ء میں پارٹی کی قیادت حاصل کی اور بعد میں ملک کی وزیراعظم بن گئیں۔ لیکن ۱۹۹۴ء کے انتخابات میں ٹروپاتھ پارٹی کے ووٹوں کا تناسب ۲۷ فی صد سے کم ہو کر ۲۱ فی صد رہ گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حکومت کی آزاد خیالی پر مبنی پالیسیوں نے قدامت پسند اور مذہبی رائے دہندگان رفاہ پارٹی اور نیشنل ایکشن پارٹی کی طرف منتقل کردیے۔ تانسو چیلر نے مذہبی طبقات کی دوبارہ ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے کوششیں شروع کردیں اور نقش بندی مکتب فکر کی ایک با اثر

شخصیت فتح اللہ گلن سے بطور خاص ملاقات کی۔ اس وقت عملی صورتحال یوں ہے کہ دائیں بازو کی پارٹیوں میں جدید اور قدیم کی کشمکش جاری ہے اور دونوں قسم کے طبقات پارٹی میں بالادستی کے حصول کی کوششیں کر رہے ہیں۔

حکومت کے زیر اہتمام مذہبی سرگرمیاں

دائیں بازو کی پارٹیوں کی وساطت سے ۱۹۵۰ء کے عشرے میں مذہبی سرگرمیوں کا آغاز ہوا اور آہستہ آہستہ یہ سرگرمیاں بڑھتی چلی گئیں۔ حکومت کی نگرانی میں دینی تعلیم کے لئے تین قسم کے تعلیمی ادارے موجود ہیں:

(۱) یونیورسٹیوں میں موجود دینیات کے شعبے۔ اس قسم کے شعبے ملک کی ۱۸ یونیورسٹیوں میں موجود ہیں

(۲) قرآنی مدارس ۔ ملک بھر میں ۵ ہزار کے لگ بھگ قرآنی مدارس قائم ہیں جن سے ہر سال لاکھوں طلبہ استفادہ کرتے ہیں۔ ان مدارس کے لئے اساتذہ حکومت فراہم کرتی ہے البتہ دیگر اخراجات مدارس کو اپنے طور پر پورے کرنا ہوتے ہیں

(۳) ملک بھر میں ساڑھے چارسو سے زائد ایسے تعلیمی مراکز بھی ہیں جو مکمل طور پر حکومت کی امداد سے چل رہے ہیں۔ ان مراکز کے ذریعے مبلغین اور مساجد کے ائمہ کرام تیار کئے جاتے ہیں۔ ان مراکز میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ سائنس اور دیگر علوم کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

مندرجہ بالاتینوں اقسام کے تعلیمی اداروں میں حکومت کی طرف سے سیکولر انداز فکر کے مطابق تربیت دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مگر ان اداروں سے فارغ ہونے والے افراد نے تمام اسلامی تحریکوں کے لئے خام مال کا کردار ادا کیا ہے' مذہبی سرگرمیوں کے حوالے سے ایک اہم حکومتی ادارہ ڈی آرائے ہے' جسکا تذکرہ پہلے آچکا ہے۔ ۱۹۵۰ء سے قبل اس کا کردار بڑا محدود قسم کا تھا ۔ بعدازاں اس کے دائرہ کار میں وسعت پیدا ہوتی گئی۔ آج ۹۰ ہزار کے قریب افراد اس کے ملازمین میں شامل ہیں۔ اسکا مرکزی دفتر انقرہ میں ہے اور تمام صوبوں میں ذیلی دفاتر موجود ہیں۔ ٦۰ ہزار سے زائد مبلغین و ائمہ کرام اس کے تحت ملک بھر کی مساجد میں ذمے داریاں ادا کر رہے ہیں۔ اس ادارے کے تحت صرف "سرکاری اسلام" کی بات ہوتی ہے اور سیاسی و حکومتی معاملات میں خاموشی اختیار کی جاتی ہے۔ البتہ مبلغین اور ائمہ کرام کی وساطت سے عوام میں مسلم دنیا اور اسلام کے بارے میں آگاہی پیدا ہوتی ہے اور اس آگاہی سے مذہبی

تنظیمیں فائدہ اٹھاتی ہیں۔

تصوف پر مبنی سلسلوں کے اثرات

یک جماعتی دور حکومت میں صوفیانہ طرز فکر رکھنے والے حلقے مذہب کی نشاۃ ثانیہ کے لئے کام کرتے رہے۔ ترکی میں تصوف کے کئی سلاسل کے اثرات موجود ہیں۔ بطور خاص نقشبندی سلسلے کے لوگ بہت متحرک ہیں۔ سعید نورسی کے مرید فتح اللہ گلن نے مذہبی سرگرمیوں کے حوالے سے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ آج ان کے ماننے والے معاشرے کے ہر طبقے میں پائے جاتے ہیں۔ انہوں نے غریب طلبہ کے لئے رہائش گاہیں فراہم کی ہیں۔ اپنا اخبار' ٹی وی چینل اور اشاعتی ادارہ بھی قائم کیا ہے۔ بیرون ملک بے شمار تعلیمی ادارے قائم کئے ہیں۔ ان کے تجارتی اثرات اور رابطے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ بھرپور وسائل رکھنے کی وجہ سے وہ اپنے افراد کو ہر قسم کی سہولیات دینے پر قادر ہیں۔ وہ ابلاغ اور تعلیم کے انتہائی جدید ذرائع استعمال کرنے پر یقین رکھتے ہیں۔ صوفیانہ حلقوں نے فرد کی ذاتی اصلاح پر بہت زور دیا ہے اور مغرب کی مادیت زدہ فکر اور اخلاق باختگی کے مقابلے میں اسلام کی روحانی و اخلاقی اقدار کو فروغ دیا ہے۔ ترکی کی بدلتی ہوئی سیاسی صورتحال نے صوفیانہ حلقوں کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔ اب تک وہ دائیں بازو کی پارٹیوں سے مفاہمت کرتے آئے ہیں مگر اب اسلام پسند رفاہ پارٹی کی مقبولیت کے بعد انہیں فیصلہ کرنا ہوگا کہ رفاہ پارٹی میں شمولیت اختیار کی جائے یا کم از کم اس کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ دوسری طرف دائیں بازو کی پارٹیوں کی اندرونی چپقلش اور اسلامی بنیاد پرستی کا بڑھتا ہوا خوف انہیں صوفیانہ حلقوں سے دور لے جانے کا باعث بن رہا ہے۔ خود صوفیانہ حلقوں کی قیادت اور کارکنوں کے درمیان فاصلہ بڑھتا جارہا ہے اور اب ان حلقوں کے لئے اپنی دعوت کو پھیلانا اور عوام الناس میں نفوذ کرنا اتنا آسان نہیں رہا۔

۴۔ رفاہ پارٹی کی مقبولیت

رفاہ پارٹی کو بجا طور پر ایک منظم اسلامی تحریک کہا جاسکتا ہے جسے بھرپور عوامی مقبولیت حاصل ہے۔ رفاہ پارٹی کا نصب العین اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ریاست اور معاشرے کی تشکیل ہے۔ نجم الدین اربکان نے ۱۹۷۲ء میں ملی سلامت پارٹی قائم کی جو ۱۹۸۰ تک سیاسی عمل میں حصہ لیتی رہی اور مختلف مخلوط حکومتوں کا حصہ بنی ۔۱۹۸۱ء میں فوجی قیادت نے ملی سلامت پارٹی کو کالعدم قرار دے دیا اور ۱۹۸۳ء مین اربکان کی قیادت میں رفاہ پارٹی منظر عام پر آئی۔ رفاہ

پارٹی کے کارکنان دوسری تمام پارٹیوں کے مقابلے میں زیادہ باشعور اور اپنے مقصد سے شدید وابستگی رکھنے والے لوگ ہوتے ہیں اور اپنی سیاسی ذمے داریاں دینی فریقہ سمجھ کر نبھاتے ہیں۔ وہ گھر گھر جاکر معاشرے کے تمام طبقات تک اپنا پیغام پہنچاتے ہیں اور ان کے دکھ درد کے ساتھی بنتے ہیں۔ وہ نہ صرف عوام الناس کی نظریاتی تربیت کرتے ہیں بلکہ ان کے مسائل حل کرنے میں عملی تعاون بھی کرتے ہیں۔ ان کی سماجی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ دوسری تمام پارٹیاں ان خوبیوں سے عاری ہیں۔ رفاہ پارٹی اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ اسلامی معاشرے کی کمزوریاں اور تنزلی اسلام کی وجہ سے نہیں بلکہ مسلمانوں پر مغربی غلبے اور صیہونی استحصال کی وجہ سے ہے۔ رفاہ پارٹی نقشبندی مکتبۂ فکر کی طرح مسلمانوں کو مغرب کی مادیت زدہ فکر سے بچانے کے لئے ان کی اخلاقی تربیت پر بہت زور دیتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ملک کی صنعتی' سائنسی اور عسکری ترقی کو بھی بڑی اہمیت دیتی ہے۔ ملک کے مختلف علاقوں میں رفاہ پارٹی کو ملنے والے دوٹوں کا تناسب یکساں نہیں ہے اور بڑی حد تک اس کے دوٹوں کا انحصار علاقائی' مذہبی' سماجی اور نسلی حد بندیوں پر ہے۔ اقلیتی علوی فرقے کے لوگ رفاہ پارٹی کی حمایت سے گریز کرتے ہیں جبکہ کردوں کے علاقے میں رفاہ پارٹی کی حمایت کا گراف بہت اوپر ہے۔ اسی طرح معاشرے کے محروم طبقات میں بھی رفاہ پارٹی کے لئے ہمدردانہ جذبات پائے جاتے ہیں۔ ریاستی جبر کے مقابلے میں محروم طبقات کے لئے اٹھ کھڑے ہونا ترکی میں ایک مذہبی پارٹی کے لحاظ سے بالکل نئی چیز ہے۔

حرف آخر

ترکی میں اسلام کے حوالے سے کام کرنے والی جماعتیں دو طرح کی ہیں۔ ایک تو وہ جو واضح نصب العین اور مکمل خود مختاری کے ساتھ کام کرتی ہیں جیسے رفاہ پارٹی۔ دوسری وہ جماعتیں جو دائیں بازو کی پارٹیوں اور سیکولر اداروں کے تعاون سے کام کرتی ہیں۔ ان میں صوفیانہ فکر رکھنے والے حلقے شامل ہیں۔

رفاہ پارٹی کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کی وجہ سے صوفیانہ حلقوں اور سرکاری مذہبی اداروں کو شدید دھچکہ لگا ہے اور ان کی مذہبی اجارہ داری ختم ہوگئی ہے۔ صوفیانہ حلقوں نے اس قسم کا خطرہ کبھی لادینی پارٹیوں سے محسوس نہیں کیا۔ نیز انہوں نے لادینی پارٹیوں کی حکومتوں سے کافی فوائد بھی سمیٹے ہیں۔ اس لئے کچھ صوفیانہ حلقے رفاہ کے مقابلے میں سیکولر عناصر کی حمایت کرنا ضروری سمجھتے ہیں مگر اسطرح مذہبی رجحان رکھنے والے لوگوں میں صوفیانہ حلقوں کی پوزیشن کمزور

ہو جاتی ہے۔

دائیں بازو کی پارٹیاں جب اقتدار میں ہوتی ہیں تو انہیں عوامی رجحان کو دیکھتے ہوئے مذہبی سرگرمیوں اور اداروں کی تھوڑی بہت حوصلہ افزائی کرنا پڑتی ہے لیکن اس کے نتیجے میں اسلامی بنیاد پرستی اور رفاہ پارٹی کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ دائیں بازو کی پارٹیوں میں آزاد خیال اور قدامت پسند عناصر کی اندرونی کشمکش بھی جاری ہے۔ آزاد خیال عناصر ایسی پالیسیاں اپنانا چاہتے ہیں جو ترکی کی معیشت کو استحکام بخشیں مگر اس کے نتیجے میں پارٹی کی عوامی مقبولیت اور بطور خاص دیہی مقبولیت کم ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف قدامت پسند عناصر عوامی رجحان اور مفاد کو زیادہ اہمیت دینا چاہتے ہیں اور اسلامی بنیاد پرستی کے خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے سرکاری مذہبی اداروں اور صوفیانہ حلقوں کے ساتھ تعاون بڑھانے پر زور دیتے ہیں۔

ترکی کی بدلتی ہوئی سیاست کے تناظر میں دیکھا جائے تو رفاہ پارٹی نے کافی حد تک اپنے آپ کو موجودہ سیاسی نظام کے حقیقی متبادل کے طور پر منوالیا ہے۔ مگر کچھ عوامل ایسے ہیں جو رفاہ پارٹی کی انتخابی مقبولیت میں اضافے کی راہ میں حائل ہیں۔ مثلاً" ملک میں اسلامی سرگرمیوں پر رفاہ پارٹی کو مکمل اختیار حاصل نہیں ہے۔ ملک میں نسلی امتیازات کی موجودگی اور رفاہ پارٹی کے خلاف علیحدگی پسند کردوں کی حمایت کا پروپیگنڈہ اس کی انتخابی مقبولیت کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ ملک کی آبادی کا پانچواں حصہ علوی فرقے پر مشتمل ہے اور اس فرقے سے تعلق رکھنے والے لوگ رفاہ پارٹی کے لئے کوئی ہمدردی نہیں رکھتے۔ رفاہ پارٹی کے علاوہ دوسری کوئی پارٹی اسلامی ریاست کے تصور پر یقین نہیں رکھتی اس لئے آپس کے اختلافات کے باوجود تمام سیکولر جماعتوں کا رفاہ پارٹی کے مقابلے میں اتحاد بنانے کا امکان موجود ہے تاکہ رفاہ پارٹی کو اقتدار میں آنے سے روکا جاسکے۔ آج لادینیت ترک معاشرے میں اپنی جگہ بنا چکی ہے اور متوسط شہری طبقے کی اکثریت کے لئے مذہب ایک ذاتی معاملہ بن چکا ہے۔ ترکی میں سنی آبادی کی اکثریت مذہبی رجحان رکھتی ہے اور رفاہ پارٹی کے لئے ووٹ کا استعمال بھی کرتی ہے مگر وہ بھی مذہب اور جدید ترک جمہوریہ کے ساتھ وابستگی کو یکساں اہمیت دیتی ہے۔ مستقبل میں تخلیق پانے والے سیاست کے منظرنامے میں اپنی جگہ بنانے کے لئے رفاہ پارٹی کو ان سارے عوامل کا خیال رکھنا ہو گا۔